بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

دنیا کے ممالک میں پاکستان ہی وہ تنہا ملک ہے جو اسلام کے نام سے معرضِ وجود میں آیا اور جو اسلامی تعلیمات کا تجربہ کرنے کے بعد تمام دنیا کو اپنے عملی نمونہ سے اس "صراطِ مستقیم" پر گامزن ہونے کی دعوت دینے کا خواہشمند ہے جس کے اختیار کرنے میں انسانیت کے لئے امن و سلامتی، عظمت و سروری اور خوش حالی و آسودگی ہے، گویا قرآن مجید کے الفاظ میں اہلِ پاکستان "خیر امۃ اخرجت للناس" کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔
ظاہر ہے یہ رتبۂ بلند صرف تمناؤں اور آرزوؤں یا مجرد دعوؤں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے اللہ سے شدید ترین محبت، اس کے احکام کی افادیت پر غیر متزلزل ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مسلسل جہاد، پیہم عملِ صالح، اخلاص و تقویٰ، اور عدل و انصاف کے لئے ہر قسم کی قربانی، لازمی شرائط ہیں۔

ایک طرف اس عظیم مقصد پر نظر ڈالئے دوسری طرف ملک کے گوشہ گوشہ میں جو ہمارا طرزِ عمل ہے اسے دیکھئے، ہر سو طبقاتی امتیازات، سیاسی اور مذہبی تعصبات کی گرم بازاری ہے حالانکہ قرآن مجید تفرق و تشتت اور تنازع و فساد سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے، وہ مسلمانوں کو اپنے تعلیمی، سیاسی، انتظامی اور اقتصادی مسائل مل جل کر حل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، امن و خوف سے متعلق نازک اور اہم معاملات کو سلجھانے کے لئے ماہرین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے اور عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولت و آسائش اور ترقی و آسودگی بہم پہنچانے کے لئے اجتماعی مسائل کو "شوریٰ" کے ذریعہ طے کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ہمیں اسلامی جمہوری نظام کے مطابق ایک ایسی موثر مرکزی مجلسِ شوریٰ (اسمبلی) کی ضرورت ہے جس میں ملک کے ہر طبقہ کی عادلانہ نمائندگی ہو اور جو اپنے متدین و دردمند اور ماہر و صالح ممبروں کے مشورہ سے

ہمارے معاشرہ کے تمام دکھوں اور بیماریوں کا مداوا کر دے۔

عدل وانصاف کا حکم اسلامی تعلیمات میں محوری حیثیت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجسمۂ عدل وانصاف تھے، آپؐ نے ایک مرتبہ ایک معترض سے کہا تھا: "ویحک من یعدل ان لم اعدل؟ یعنی اگر میں عدل نہیں کرتا تو پھر دنیا میں اور کون عدل کرے گا؟"۔ دنیا میں جب بھی کہیں فتنہ وفساد، جور وعناد اور انتشار واضطراب رونما ہو وہاں عدل مفقود ہوتا ہے، عدل اور بے اطمینانی، عدل اور ناہمواری، عدل اور اضطراب وپریشانی ایک دوسرے کی ضد ہیں جو یکجا نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت میں عدل برقرار نہ رکھنا شرک بن جاتا ہے، فقراء واغنیاء میں عدل قائم نہ رکھنا معاشرہ کو جہنم بنا دیتا ہے، انسانی تقاضوں کو عدل کے ذریعہ پورا نہ کرنا معاشرہ کو شیطنت وبہیمیت کی پستیوں میں لے جاتا ہے، اسلام نے بشری تقاضوں اور دینی احکام کو پورا کرنے کے لئے جو عدل وتوازن رکھا ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ بھوک کی شدت اور قضائے حاجت لاحق ہونے پر نماز کو مؤخر کر دیتا ہے اور بوڑھے والدین کی موجودگی میں ان کی خدمت کو جہاد میں حصہ لینے پر ترجیح دیتا ہے، فقراء کی حالت سدھارنے اور مساکین کے کھانے پینے کا انتظام کرنے پر قرآن مجید بار بار تاکید کرتا ہے۔ قرآن مجید کی عملاً تشریح فرمانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: "اللّٰھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر" اے اللہ میں کفر اور فقر سے تیری پناہ کا طالب ہوں"۔ ایک صحابی نے دریافت کیا: "ویعدلان یارسول اللہ؟ یارسول اللہ کیا یہ دونوں (کفر اور فقر) برابر ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: "نعم" ہاں۔[۱]

دین اور اس کی تمام تعلیمات انسانوں کے لئے ہیں، تمام انبیاء انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجے گئے تھے، انسانوں کی پیدائش اللہ کی عبادت کے لئے ہے اور اگر انسان ہی زندہ نہ رہے، انسان کو کھانے پینے کے لئے حیوانات سے زیادہ سرگرداں رہنا پڑے، انسانوں کو انسان لوٹتے رہیں، ایک طبقہ ظالم اور دوسرا مظلوم بن جائے، ظالم کو ظلم اللہ کے احکام پر عمل کرنے سے منع کرتا رہے اور مظلوم ظلم کی چکی میں پسنے کی وجہ سے اپنے آپ میں نہ

---

[۱] دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ دہلی اصح المطابع ۱۹۳۲ء صفحہ ۲۱۸۔ ایک روایت میں فقر کے بجائے "دین" یعنی قرضہ کے الفاظ ہیں ایک اور روایت میں: اللّٰھم انی اعوذ بک من الفقر والقلۃ والذلۃ کے الفاظ ہیں۔

رہے تو یہ صورتِ حال شدت سے اصلاح کی مقتضی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قصرِ فراعنہ میں تہلکہ مچانے کے لئے مصلحین پیدا کر دیتا ہے، عدل و انصاف برقرار رکھنے کے لئے ایک گروہ کو غالب اور دوسرے کو مغلوب کرنے کے لئے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

انسانوں کو سب سے پہلے انسانیت میں اعتدال کی ضرورت ہے، جسمانی، فکری یا قلبی امراض اگر انسان کو انسانیت کی سطح سے گرا کر جانوروں کے برابر کر دیں تو وہ ساری تعلیمات جو انسانوں کو دی گئی ہیں خود ان کے لئے ناقابل فہم بن جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام انسانوں کی ان بنیادی ضروریات کو عدل کے ساتھ پورا کرتا ہے،

ہجرت سے قبل مکہ کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخاۃ و مواساۃ کے ذریعہ مسلمانوں کو حق میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور مالی اعانت کرنے کی تعلیم دی تھی۔ ہجرت کے بعد دوبارہ ایسی ہی مواخاۃ و مواساۃ مدینہ میں انصار و مہاجرین کے درمیان قائم فرمائی۔ اس مواخاۃ و مواساۃ میں باہمی اشتراک و تعاون کا یہ عالم تھا کہ مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے: "یا رسول اللہ! ہم جن لوگوں میں اُترے ہیں مال کی قلت ہونے پر ان سے زیادہ برابری اور مساویانہ سلوک کرنے والا، اور مال کی کثرت ہونے پر ان سے زیادہ خوش اسلوبی سے مال بخشنے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ ان لوگوں نے ہمارے اخراجات اپنے ذمہ لے لئے ہیں اور ہمیں اپنی آمدنی اور نفع میں شریک بنا لیا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے:

"لقد رایتنا وما الرجل المسلم باحق بدینارہ ودرھمہ من اخیہ المسلم"۔[1] ہمارا یہ عالم تھا کہ ایک مرد مسلم اپنے دینار و درہم کا خود کو اپنے مسلم بھائی کے مقابلہ میں زیادہ مستحق نہ سمجھتا تھا۔

اللہ اللہ یہ تھا مسلمانوں کا عمل اور اسلامی مواخاۃ و مواساۃ کی تعلیم کا نمونہ! جس کی بدولت نہ صرف باہمی بغض و حسد کا خاتمہ ہو گیا بلکہ فقر و غنی کا امتیاز بھی جاتا رہا اور مسلمان مسلمان کا بھائی بن گیا!

ملکیت کا مسئلہ بھی آج اسلامی مفکرین کے ہاتھوں نازک شکل اختیار کر چکا ہے ایک گروہ بے روک ٹوک

---

[1] مذکورہ تفاصیل کے لئے دیکھئے عیون الاثر لابن سید الناس ج ۱ ص ۱۹۹ تا ۲۰۰۔

بلاحد وحساب ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ سب کچھ اللہ کی ملکیت قرار دیتے ہوئے انفرادی ملکیت کو یکسر ناجائز قرار دیتا ہے۔ دونوں فریق غلو کے مرتکب ہیں۔

اگر ہم تمام خارجی افکار و نظریات سے آزاد ہو کر قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید انفرادی ملکیت کا حق تو ضرور دیتا ہے لیکن اس پر بہت سی شروط و قیود بھی لگا دیتا ہے، وہ مال و دولت کی محبت کو اللہ کی محبت کا تابع بناتا ہے، اموال کے باطل تصرفات کا سدباب کرتا ہے۔ اسراف و اتراف سے روکتا ہے، مال کے منجمد کرنے (کنز) کو عذابِ الیم کا سبب بتاتا ہے، مومنوں کے اموال میں سائل و محروم کا حقِ معلوم مقرر کرتا ہے، مال و دولت کے فی سبیل اللہ (رفاہِ عامہ میں) خرچ نہ کرنے کو اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف کہتا ہے، ربوٰا اور میسر کو حرام قرار دیتا ہے، اور معاشرہ میں دولت کے چند اغنیاء میں گردش کرتے رہنے کی اجازت بھی نہیں دیتا، جس سے یقیناً معاشرہ میں نہ تو موجودہ بھیانک فقر باقی رہ سکتا ہے نہ بے لگام سرمایہ داری۔

یاد رکھئے اسلام کی نظر میں مال و دولت دنیوی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ ہے وہ اسے مقصود و مطلوب بنا لینے اور اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا یہ مقام اس کی نظر میں خیر اور مفادِ عامہ کے کاموں ہی کو حاصل ہے، مال و دولت کی محبت سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے کھرا وہ نکلتا ہے جو اسے اللہ کی راہ میں کھلے اور چھپے خرچ کرتا رہتا ہے اور کھوٹا وہ ہوتا ہے جو اس کی محبت کو منتہی قرار دے کر اسے معبود بنا لیتا اور سرمایہ پرستی کرنے لگتا ہے۔

صدیوں کی غلط تقسیمِ دولت اور اسلام کے نام پر استحصال و استبداد سے معاشرہ میں جو عدم توازن اور ناہمواریاں پیدا ہو گئی ہیں اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے اصل اسباب کا کھوج لگا کر بتدریج ان سے معاشرہ کو نجات دلائے اور قرآنی تعلیمات کے مطابق اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اُمت کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جائے۔